سُورَةُ اللَّهَب

خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام پر جس شخص نے بڑھ چڑھ کر آپ کو تکلیف پہنچائی وہ آپ کا حقیقی چچا ابولہب تھا......اس کا اصل نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا......حسن اور چہرے کی چمک دمک کے باعث 'ابولہب' (شعلہ رو) نام پڑ گیا، اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب، ابوسفیان کی بہن تھی، وہ بھی اس ایذا رسانی میں اپنے خاوند کی پوری طرح معاون تھی، اس سورۃ مبارکہ میں ان کے انجام بد کا تذکرہ ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم اور سیرت کی عام کتابوں میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (شعرا:۲۱۴) جس میں حکم دیا گیا ہے کہ آپ خاص طور سے اپنے قریبی رشتہ داروں اور قبیلہ والوں کو شرک و کفر کے نتیجہ میں آنے والے عذابِ الٰہی سے ڈرائیے اور ان کے دلوں میں فکرِ آخرت پیدا کرنے کی کوشش کیجیے جس سے وہ غافل ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر قبیلۂ قریش کی مختلف شاخوں کو نام بنام نہایت بلند آواز سے پکارا گویا کہ آپ ان کو کسی بڑے اور فوری خطرہ سے خبردار کرنا چاہتے ہیں، آپ کی یہ غیر معمولی پکار سن کر وہ لوگ جمع ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ کی چوٹی پر تھے اور سامنے اس کے دامن میں قریش کے سرداروں اور ذمہ داروں کا مجمع تھا، آپ نے ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا ''بتاؤ اگر میں تم سے کہوں کہ کوئی دشمن لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے اس پہاڑ کے دوسری طرف آ گیا ہے اور وہ تم پر ٹوٹ پڑنے والا ہے، تو کیا تم میری اس بات کو سچ مانو گے اور اس حالت میں جو کچھ کرنا چاہیے وہ کرو گے؟ سب نے کہا ہاں، ہم آپ کی بات کو سچ مانیں گے کیونکہ ہم نے کبھی آپ کو غلط بات

کہتے نہیں سنا، اس کے بعد آپ نے ان سے فرمایا سنو! میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں ایک شدید عذاب سے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس عذابِ شدید سے بچنے کی فکر کرو اور اپنے خالق و مالک کے ساتھ اپنے تعلق کو درست کرلو، آپ کی یہ بات سن کر جو انتہائی خلوص اور دلسوزی کے ساتھ کہی گئی تھی، ابولہب نے نہایت گستاخانہ انداز میں کہا ''تَبًّا لَّکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا؟'' ہلاکت و بربادی ہو تیرے لیے، کیا یہی سنانے کے لیے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا۔

روایت میں ہے کہ اسی دور میں یہ سورۃ لہب نازل ہوئی۔ اس میں پیشین گوئی کے طور پر اعلان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ خود یہ ابولہب اس دنیا میں بھی تباہ و برباد ہوگا، اور آخرت میں یہ دوزخ کا ایندھن بنے گا اور اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ دوزخ میں ڈالی جائے گی جو اسلام دشمنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں اس کی شریک و رفیق تھی۔ پھر ابولہب کو دنیا میں ذلت اور رسوائی ہوئی، اس کی موت نہایت عبرتناک تھی، اسے عدَسہ کی بیماری ہوگئی، جس کی وجہ سے اس کے گھر والوں نے اسے چھوڑ دیا کیونکہ انہیں چھوت لگنے کا ڈر تھا، مرنے کے بعد بھی تین روز تک کوئی اس کے پاس نہ آیا یہاں تک کہ اس کی لاش سڑ گئی اور بو پھیلنے لگی، آخرکار جب لوگوں نے اس کے بیٹوں کو طعنے دینے شروع کیے تو ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے کچھ حبشیوں کو اجرت دے کر اس کی لاش اٹھوائی اور انہی مزدوروں نے اس کو دفن کیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے ایک گڑھا کھدوایا اور لکڑی سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس میں پھینکا اور اوپر سے مٹی پتھر ڈال کر اسے ڈھانک دیا۔

(بحوالہ درس قرآن، مولانا نعمانی اور تفہیم القرآن، سید مودودیؒ)

آیات:۵ # سُورَةُ اللّھَب رکوع:۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تَبَّتۡ يَدَآ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ(۱) مَآ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ(۲) سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ(۳) وَّ امۡرَاَتُهٗؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ(۴) فِىۡ جِيۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ(۵)

دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے ابولہب کے اور وہ برباد ہوگیا، نہ اس کا مال اس کے کام آیا، اور نہ اس کی کمائی ہی، وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا اور اس کی بیوی بھی (جائے گی) جو لوگوں کے درمیان آگ لگاتی پھرتی تھی، اس کی گردن میں مونج کی ایک رسی ہوگی۔

﴿تَبَّتۡ يَدَآ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ﴾ دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے ابولہب کے اور وہ برباد ہوگیا۔

تَبَّتۡ ٹوٹ گئے، ماضی واحد مؤنث غائب (تَبَّ، یَتِبُّ، تَبًّا) کٹ جانا، نقصان اٹھانا، ہلاک ہونا، ٹوٹ جانا، یَدَآ دونوں ہاتھ، تثنیہ اصل میں یَدَانِ تھا، اس کا نون اضافت کی وجہ سے حذف ہوا، اَبِیۡ لَهَبٍ ابولہب (کے)، وَّ تَبَّ اور وہ ہلاک ہوا، برباد ہوا۔

مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں:

”یَدٌ“ کے اصل معنی ہاتھ کے ہیں اور چونکہ انسان کے اعضا میں ہاتھوں کی خاص اہمیت ہے، آدمی زیادہ تر کام ہاتھوں ہی سے کرتا ہے، اس وجہ سے کبھی کبھی ہاتھوں سے مراد اس کی ذات ہوتی ہے، قرآن حکیم میں جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰکَ (الحج:۱۰) یہ ہے تیرا وہ مستقبل جو تیرے اپنے ہاتھوں نے تیرے لیے تیار کیا ہے۔

اس محاورے کے مطابق ''یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ'' سے مراد خود ابولہب کی ذات اور اس کی شخصیت ہے، اس بنا پر آیت کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مغرور، اپنے وقت کا فرعون، ابولہب جس نے ہمارے رسول ﷺ کی دعوتِ حق کے جواب میں ''تبًّا لکَ'' کہا ہے وہ خود سن لے اور سب سن لیں کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ خود تباہ و برباد ہوگا، آگے بطور تاکید کے فرمایا گیا ہے ''وَتَبَّ'' مطلب یہ ہے کہ اس کی تباہی و بربادی یقینی ہے، اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، تبَّتْ اور تَبَّ دونوں ماضی کے صیغے ہیں، جب مستقبل میں ہونے والے کسی واقعہ کو ماضی کے صیغے سے بیان کیا جاتا ہے تو مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ بات ایسی یقینی ہے جیسے کہ ماضی میں ہو چکی ہے۔ قیامت اور آخرت میں ہونے والے واقعات کا ذکر قرآن مجید میں جابجا اسی طرح ماضی کے صیغوں سے کیا گیا ہے مثلاً: وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ (الزمر:۶۸) ''اور اس روز (قیامت کو) صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے (اسے موت نہ آئے گی) پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔'' (درس قرآن)

﴿مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ﴾

نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی ہی۔

مَآ اَغْنٰی نہ، کام آیا، مَآ نافیہ، (اَغْنٰی، یُغْنِیْ، اِغْنَاءً) کام آنا، کافی ہونا، عَنْہُ (عَنْ۔ ہٗ) اس۔ سے، ''ہٗ'' کی ضمیر واحد مذکر غائب ابولہب کی طرف جاتی ہے، مَالُہٗ (مَالُ۔ ہٗ) مال۔ اس کا، پھر ''ہٗ'' کی ضمیر ابولہب کی طرف جاتی ہے، وَمَا اور جو، ''مَا'' موصولہ ہے، کَسَبَ کمایا، فعل ماضی واحد مذکر غائب (کَسَبَ یَکْسِبُ، کَسْبًا) کمانا، کوئی کام کرنا جس کا انجام اچھا یا برا ہو۔

الاستاذ محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:

''ابولہب کا جاہ وحشم اور مال ومتاع اس کے لیے قطعی کوئی فائدہ نہ دے سکا اور اسے عذاب الٰہی سے نہ بچا سکا۔'' (صفوۃ التفاسیر)

﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا۔

سَيَصْلٰى (سَ۔یَصْلٰی) وہ عنقریب پڑے گا، جائے گا، داخل ہوگا، 'س' حرف استقبال، صَلٰی یَصْلٰی، صَلْیًا، آگ میں داخل ہونا یَصْلٰی، مضارع واحد مذکر غائب، نَارًا آگ، ذَاتَ لَهَبٍ شعلوں والی، یعنی ایسی آگ جس کے شعلے دور دور تک پھیل رہے ہوں گے۔

مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں:

''یہ ابولہب کے اُخروی انجام کا بیان ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ آخرت میں دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا، ''نار'' کے معنی آگ کے ہیں اور اس سے مراد دوزخ کی آگ ہے، اور ذَاتَ لَهَبٍ اس کی صفت ہے جس کے معنی ہیں شعلہ زن اور بھڑکتی ہوئی، اِس میں اُس آگ کی غیر معمولی شدت کی طرف بھی اشارہ ہے اور اس کو (یعنی آگ کو) اس کے معروف نام ابولہب سے بھی مناسبت ہے۔'' (درس قرآن)

﴿وَّ امْرَاَتُهٗ، حَمَّالَةَ الْحَطَبِ، فِي جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾

اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی (جائے گی) جو لوگوں کے درمیان آگ لگاتی پھرتی تھی، اس کی گردن میں مونج کی ایک رسی ہوگی۔

وَّ اور، عاطفہ، امْرَاَتُهٗ (امْرَاَتُ۔ هٗ) بیوی، اُس کی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، ابولہب کی طرف جاتی ہے، حَمَّالَةَ الْحَطَبِ اس کا لفظی معنی ایندھن اٹھانے والی، حَطَبٌ کے معنی خاردار کانٹے، وہ جنگل سے خاردار کانٹوں کا گٹھا اٹھا کر لاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آگے اور آپ کی گزرگاہ بیت اللہ جانے والے راستے میں بچھا دیتی تھی تا کہ آپ کو تکلیف پہنچے۔ ''حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ: ''كَانَتْ تَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ بَيْنَ النَّاسِ لِتُفْسِدَ بَيْنَهُمْ'' لوگوں کے درمیان لگائی بجھائی کرتی پھرتی کہ فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھے۔'' (صفوۃ التفاسیر) فِي جِيْدِهَا اس کی گردن میں، جِيْدٌ گردن،

هَا کی ضمیر واحد مؤنث غائب اِمرأۃ کی طرف جاتی ہے، حَبْلٌ رسی (ہے) مِّنْ مَّسَدٍ مونج کی۔

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ'' یعنی بہت مضبوط بٹی ہوئی چُبھنے والی رسی، اِس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک دوزخ کے طوق وسلاسل ہیں اور یہ تشبیہ ''حَمَّالَةَ الْحَطَبِ'' کی مناسبت سے دی گئی ہے کیونکہ لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے رسی کی ضرورت پڑتی ہے، لکھتے ہیں کہ اس عورت کے گلے میں ایک ہار بہت قیمتی تھا، کہا کرتی تھی کہ لات وعزیٰ کی قسم، اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت میں خرچ کر ڈالوں گی، ضروری تھا کہ دوزخ میں بھی اس کی گردن ہار سے خالی نہ رہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس بدبخت کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی، لکڑیوں کے گٹھے کی رسی گلے میں آپڑی جس سے گلا گھٹ کر دم نکل گیا۔'' (تفسیر عثمانی)

آیاتِ مبارکہ کی حکمت وبصیرت:

۱) انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ کے رسول وہ نیک اور سعادت مند لوگ ہوئے ہیں جن کی پاکیزہ زندگیاں رب کائنات کے احکام کے تابع ہوتی تھیں اور لوگوں کے لیے بہترین نمونہ بنتی رہیں۔ ان نفوس قدسیہ کی دلوں میں قدر ومنزلت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور ان کی پیروی اور اتباع کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں فلاح وکامرانی کا ذریعہ ہے، خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ نسل انسانیت کے لیے روشنی اور مؤمنوں کے لیے بہترین اسوہ ہے، قرآن اعلان کرتا ہے: فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف: ۱۵۷) ''پھر جو لوگ اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے اور آپ کی عزت وتعظیم کی اور آپ کی امداد کی (دین کی نشر واشاعت میں ساتھی بنے) اور اس روشنی کی پیروی کی جو ان کے ساتھ بھیجی گئی ہے (یعنی قرآن حکیم کی) ایسے ہی لوگ پوری طرح فلاح پانے والے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری)
''تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اپنے باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ رکھے۔ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے عقیدت ومحبت ہے، اس کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ آپ کے اتباع اور اطاعت کو حرز جاں بنایا جائے، اس حدیث پر بھی غور کر لیجیے، آپ نے فرمایا:
کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْ خُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی، قِیْلَ وَ مَنْ اَبٰی، قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی (بخاری)
''میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: بھلا انکار کرنے والا کون ہوگا؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے جنت میں جانے سے انکار کیا۔''

۲) جس طرح دعوتِ انبیاء کو مان لینے پر جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے اسی طرح انبیاء کی دعوت کو قبول نہ کرنے بلکہ اس کی مخالفت کرنے اور اس کے آگے روڑے اٹکانے پر جہنم کی دردناک اور المناک سزا سے بھی ڈرایا گیا ہے قرآن حکیم نے اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا [النساء:۱۱۵] ''جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے، دراں حالے کہ اس پر راہِ راست واضح ہو چکی ہو، تو اس کو ہم اس طرف چلائیں جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔''
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت اور اتباع و اطاعت سے جنت کو خرید لیا مگر ابولہب اور اس کے ساتھیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت اور بغض سے اور آپ کی شریعت سے انکار اور بغاوت سے جہنم کو اپنے مقدر میں کر لیا۔ اَللّٰهُم اَجِرنا مِنَ النَّار.

..................o..................